Tahreer
Journal of Languages and Literature, Vol. 3 No. 3 (2025)

Causes of the Marginalization of the Punjabi Language during the British Colonial Period

برطانوی نوآبادیاتی عہد میں پنجابی زبان کی بے توقیری کے اسباب: تحقیق و تجزیہ

Dr. Sumaira Akbar[1], Dr. Abdul Aziz Malik[2]
[1,2]Assistant Professor, Department of Urdu, GC University Faisalabad
Corresponding Email: sumairaakbar@gcuf.edu.pk

pISSN: 3007-2077
eISSN: 3007-2085

HEC approved in
Y category.

Received: 24-06-2025
Accepted: 25-07-2025
Online: 02-09-2025

This is an open-access article distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license.

Copyright: © 2025 by the author(s).

Abstract

This study critically examines the colonial language policies in 19th-century Punjab under British rule, highlighting the deliberate marginalization of the Punjabi language. While English was reserved for the elite and Urdu imposed on the general populace, Punjabi-despite being the region's native tongue—was excluded from official, educational, and scholarly domains. The British administration favored Urdu due to its familiarity among officials and its administrative legacy in North India, sidelining Punjabi as a "rustic dialect." Historical evidence, however, affirms Punjabi's rich literary tradition and widespread cultural significance. Missionary translations of the Bible and early judicial use of Punjabi underscore its vitality. The paper argues that this linguistic displacement was not merely administrative but a calculated colonial strategy to weaken indigenous identity and foster dependency. The silence of Punjabi elites and lack of organized resistance further entrenched this decline. The research calls for a reevaluation of linguistic equity, asserting that restoring Punjabi is not just a cultural imperative but a matter of educational justice and human dignity. It advocates for the recognition of mother tongue education and the revitalization of local languages as essential to intellectual autonomy, cultural continuity, and social cohesion in postcolonial societies.

Keywords:
Punjabi language, colonial policy, Urdu, English, cultural identity, linguistic prejudice, educational policy, British colonialism

انیسویں صدی کے وسط میں جب ایسٹ انڈیا کمپنی نے پنجاب پر قبضہ کیا تو اس نے پنجابیوں پر دو زبانیں مسلط کیں ایک انگریزی دوسری اردو، انگریزی زبان جو اشرافیہ کے لیے مخصوص تھی، اور اردو، عوام کے لیے مقرر کی گئی جبکہ پنجاب کی اپنی زبان یعنی پنجابی کو بالکل

نظرانداز کیا گیا۔انگریزی تو ان حکمرانوں کی اپنی زبان تھی اس لیے طاقت کی علامت،اور تہذیبی وثقافتی برتری قائم کرنے کے لیے کے اسے نافذ کیا جانا ضروری سمجھا گیا۔لیکن اردو جو اترپردیش کی زبان تھی اسے پنجاب میں کیوں نافذ کیا گیا یہ بات تحقیق اور تجزیہ طلب ہے۔

برصغیر میں نوآبادیاتی نظام نے صرف سیاسی اور معاشی ڈھانچے کو ہی متاثر نہیں کیا بلکہ لسانی، تعلیمی اور ثقافتی نظام کو بھی از سر نو تشکیل دیا۔پنجاب میں جب برطانوی اقتدار قائم ہوا، تو یہ ایک ایسا خطہ تھا جہاں مقامی زبان پنجابی روزمرہ زندگی، لوک ادب، تصوف، اور سماجی رابطے کا بنیادی ذریعہ تھی۔ لیکن حکمرانوں نے آہستہ آہستہ اس زبان کو دفتری، تعلیمی، معاشی اور علمی میدان سے باہر کر دیا۔انگریزی اور اردو کو ترجیح دی گئی، جس کے نتیجے میں پنجابی محض بول چال کی غیر رسمی زبان بن کر رہ گئی۔

برطانوی حکام نے اپنے اقتدار کے ابتدائی دور میں مقامی زبانوں کو سرکاری امور میں جگہ دی، لیکن جلد ہی وہ ایک ایسی پالیسی کی طرف مائل ہو گئے جس میں اردو اور انگریزی کو دفتری زبانیں بنا کر پنجابی کو ایک "دیہاتی بولی" کی حیثیت میں نظرانداز کر دیا گیا۔ڈاکٹر ڈبلیو جی لیٹنر، جو 1880 کی دہائی میں پنجاب کی تعلیمی صورتحال پر تحقیق کر رہے تھے، لکھتے ہیں:

> "Punjabi was commonly used in judicial proceedings during the early period of British rule, but soon, Urdu and English replaced it in official domains."[1]

ابتدائی مشنری کوششیں بھی اس زبان کی اہمیت پر دلالت کرتی ہیں۔امریکن پریسبیٹیرین مشن اور چرچ مشن سوسائٹی نے بائبل کے تراجم پنجابی میں کیے تاکہ مذہبی پیغام کو مقامی سطح پر عام کیا جا سکے۔جان نیوٹن نے 1851 میں پنجابی زبان میں بائبل کا مکمل ترجمہ کیا۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ پنجابی کو اس وقت بھی ایک فعال، قابل فہم اور وسیع دائرہ کار رکھنے والی زبان تصور کیا جاتا تھا۔اس کے علاوہ، حکومت نے تسلیم کیا کہ پنجابی کو نظرانداز نہیں کیا جا سکتا کیونکہ یہ 1,70,00,000 لوگوں کی زبان تھی۔ایک نوٹ میں لکھا گیا:

> "Punjabi, especially being the language of our Sikh soldiers, holds vital importance. Officers must acquire fluency in Punjabi. Many Europeans working in North Punjab's tea plantations must speak it."[2]

انگریز حکام نے اردو کو پنجاب کی دفتری زبان کے طور پر اختیار کیا کیونکہ ان کے بیشتر افسر اور عملہ اردو زبان سے پہلے ہی مانوس تھے۔اردو شمالی ہند کی علمی وانتظامی زبان تھی اور اس کے رسم الخط، انداز اور تراکیب سے برطانوی مشنری طبقہ زیادہ واقف تھا۔پنجابی کو ترجیح نہ دینا درحقیقت نوآبادیاتی اقتدار کے استحکام اور انتظامی آسانی کا مسئلہ تھا، نہ کہ کسی علمی یا تہذیبی بنیاد پر۔مسٹر کسٹ کی طرف سے جب پنجابی کو دفتری زبان بنانے کی سفارش کی گئی تو 1862 میں پنجاب کے ڈائریکٹر آف پبلک انسٹرکشن نے سیکرٹری حکومت کو لکھا:

> "I do not know on what grounds Mr. Cust recommends Punjabi as the official language of this province. Replacing Urdu with Punjabi would be no advantage—Punjabi is merely a dialect of Urdu and varies across the province. It has no literary tradition of its own."[3]

Tahreer
Journal of Languages and Literature, Vol. 3 No. 3 (2025)

یہ موقف تاریخی شواہد کی روشنی میں بالکل درست نہیں ہے۔امیر خسرو جیسا کلاسیکی شاعر چودھویں صدی میں پنجابی میں وار لکھ رہا تھا۔سجان رائے کی خلاصتہ التواریخ میں درج ہے:

"امیر خسرو بازبانِ پنجابی باعبارتِ مرغوب مقدمہ جنگ غازی الملک تغلق شاہ وناصر الدین خسرو خان گفتہ کہ آں راباز بانِ ہندوار گویند۔"[4]

یہ واضح ثبوت ہے کہ پنجابی زبان نہ صرف قدیم ہے بلکہ اس کی ادبی روایت بھی موجود ہے۔شاہ برہان الدین غریب کی روایت، جس میں بی بی عائشہ پنجابی میں مخاطب ہوتی ہیں" : اے برہان الدین! ساڈی دھی کو کیہ ہنسدا ہے؟"[5]

یہ اقتباس اس وقت کی زبانِ عام کے ثبوت کے طور پر اہم ہے۔اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ پنجابی زبان نہ صرف بول چال میں بلکہ ثقافتی شناخت میں گہری جڑیں رکھتی تھی۔پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر اردو کو فوقیت دینے کے محرکات کیا تھے؟اردو بذات خود برصغیر کی ایک ترقی یافتہ زبان ضرور تھی لیکن پنجاب کے مقامی سیاق و سباق میں اس کی حیثیت باہر سے آنے والی زبان کی تھی۔اردو کی ترویج نوآبادیاتی مقاصد کے عین مطابق تھی:ایک طرف انگریزی اشرافیہ کے لیے مخصوص رہی،دوسری طرف اردو کو عوام کے لیے نافذ کر کے مقامی زبان کو بے دخل کیا گیا۔اس عمل میں مقامی شناخت،لسانی ورثے اور علمی روایت کو شدید نقصان پہنچا۔

> "Language policy was a subtle yet powerful tool in the hands of colonial administrators. Replacing native languages with foreign ones detached people from their cultural roots, creating a sense of inferiority and dependency."[6]

نوآبادیاتی نظام نے پنجابی زبان کو محض ایک لوک زبان کی حیثیت دے کر اس کی دفتری و تعلیمی افادیت کو تسلیم نہیں کیا۔نتیجتاً، یہ زبان جدید تعلیم،نوکری،اشاعت، تحقیق اور تنقید سے محروم ہوتی چلی گئی۔پنجابی بولنے والے نوجوان تعلیم کے میدان میں دو غیر زبانوں یعنی اردو اور انگریزی کے بوجھ تلے دب گئے۔یہ بوجھ علمی طور پر ایک خواندہ خطے کو مفلوج کرنے کے مترادف تھا۔

اس صورتِ حال کی ذمہ داری صرف برطانوی حکمرانوں پر نہیں ڈالی جاسکتی۔خود پنجابی اشرافیہ اور مسلمان طبقات نے اپنی زبان کے حق میں کوئی موثر مزاحمت نہیں کی۔سکھ برادری کی طرف سے گرنتھ صاحب کی زبان کو محفوظ رکھنے کی کوشش کی گئی، لیکن مسلمان پنجابیوں کی جانب سے پنجابی زبان کی تعلیمی اور دفتری اہمیت کے لیے کسی باقاعدہ تحریک کا سراغ نہیں ملتا۔پیسہ اخبار میں اردو کے حق میں کئی مضامین شائع ہوئے جن میں پنجابی کے بجائے اردو کو ترجیح دی گئی۔

> "Language oppression is not always externally imposed; it is often internalized. When speakers themselves view their language as inferior, the decline is not merely imposed but self-inflicted."[7]

Tahreer
Journal of Languages and Literature, Vol. 3 No. 3 (2025)

یہ نوآبادیاتی حکمت عملی نہ صرف لسانی تنوع کو ختم کرنے کی کوشش تھی بلکہ اس کا گہرا تعلق شناختی بحران سے بھی تھا۔ زبان صرف رابطے کا ذریعہ نہیں بلکہ فکر، تاریخ، شناخت، اور اظہار کا ایک مکمل نظام ہے۔ جب کسی زبان کو دانستہ طور پر پس منظر میں دھکیلا جاتا ہے تو اس زبان سے جڑی تہذیب، تاریخ، اور شعور بھی دھندلا پڑ جاتا ہے۔

پنجابی زبان کی بے توقیری کا انجام یہ ہوا کہ ایک بھرپور، ادبی اور ثقافتی زبان محض بول چال تک محدود ہو کر رہ گئی۔ ادارہ جاتی سطح پر اس کی موجودگی تقریباً ختم ہو گئی۔ یہ زبان رسمی تعلیم، قانونی معاملات، تحقیقی مکالمے اور علمی گفتگو سے باہر کر دی گئی۔ اس کا سب سے بڑا نقصان یہ تھا کہ عوام کو ان کی مادری زبان میں تعلیم کا حق نہیں ملا۔ اور یہ حق بنیادی انسانی حقوق میں شامل ہے۔

> "Mother tongue education is not a privilege—it is a right. Denying it is not just cultural violence, but a direct assault on human dignity."[8]

اس ساری صورتحال کا مجموعی اثر یہ پڑا کہ نہ صرف علمی زوال آیا بلکہ تہذیبی انقطاع بھی وجود میں آیا۔ زبانوں کی یہ تفریق سماجی تقسیم کا سبب بنی۔ لسانی تعصب، علمی بیگانگی، ثقافتی اجنبیت اور مقامی شعور کی کمزوری نے اس خطے کو فکری اعتبار سے پیچھے دھکیل دیا۔

نوآبادیاتی عہد میں پنجابی زبان کے ساتھ روا رکھا گیا لسانی امتیاز محض ایک اتفاقی یا وقتی پالیسی نہ تھی، بلکہ یہ استعمار کی اُس گہری منصوبہ بندی کا حصہ تھا جس کا مقصد مقامی لسانی و تہذیبی ڈھانچے کو کمزور کر کے نوآبادیاتی تسلط کو مضبوط بنانا تھا۔ زبان صرف ابلاغ کا ذریعہ نہیں بلکہ تہذیبی حافظے، فکری شناخت اور سماجی تنظیم کا بنیادی ستون بھی ہے۔ پنجابی زبان کو ادارہ جاتی سطح پر نظرانداز کر کے دراصل اس پورے خطے کو اس کی علمی تاریخ، ثقافتی روایات اور فکری خودمختاری سے محروم کیا گیا۔ تاریخی شواہد اور لسانیاتی تجزیے اس امر کی تائید کرتے ہیں کہ پنجابی ایک زندہ، ثروت مند اور فکری اعتبار سے بڑی زبان تھی جسے نوآبادیاتی طاقتوں نے دانستہ طور پر غیر رسمی، غیر معیاری اور غیر معتبر بنا کر اس کے دائرہ اثر کو محدود کر دیا۔ اردو اور انگریزی کے نفاذ نے نہ صرف پنجابی زبان کو تعلیمی، عدالتی اور انتظامی اداروں سے باہر دھکیلا بلکہ عوام کو ان کی اپنی زبان میں علم حاصل کرنے کے حق سے بھی محروم کر دیا، نتیجے میں علمی اجنبیت اور تہذیبی انقطاع پیدا ہوا۔

پنجابی اشرافیہ کی خاموشی، حکمران طبقے کی پالیسیوں سے مفاہمت اور متوسط طبقے کی معاشی مجبوریوں نے اس لسانی زوال کو مزید پختہ کیا۔ اگر پنجابی زبان کو اُس کے جائز علمی، تہذیبی اور تمدنی مقام پر برقرار رکھا جاتا تو آج یہ زبان نہ صرف ایک توانا علمی روایت کی حامل ہوتی بلکہ سماجی شعور اور فکری خوداعتمادی کی تشکیل میں نمایاں کردار ادا کر سکتی تھی۔ لہٰذا یہ تحقیق محض ماضی کی کوتاہیوں کی نشاندہی تک محدود نہیں، بلکہ یہ ایک تنقیدی مکالمے کا آغاز ہے جس کا مقصد لسانی مساوات، مقامی زبانوں کے احیاء اور ثقافتی خودمختاری کے امکانات کا از سرِ نو جائزہ لینا ہے۔ پنجابی زبان کی بحالی صرف ایک لسانی تقاضا نہیں، بلکہ یہ تہذیبی احترام، علمی انصاف اور سماجی ہم آہنگی کی ضمانت بھی ہے۔ ایک باوقار اور ہم آہنگ معاشرہ وہی ہو سکتا ہے جو اپنی زبانوں، ثقافتوں اور تاریخ کو ان کے اصل تناظر میں شناخت دے کر ترقی کے

Tahreer
Journal of Languages and Literature, Vol. 3 No. 3 (2025)

سفر کو جاری رکھے۔

کچھ اہل دانش مقامی زبانوں کو ترقی دینے کو قومی زبان کی حیثیت میں تخفیف گردانتے ہیں۔ حالانکہ ایسا ہرگز نہیں مقامی زبانوں کو فروغ دینا دراصل ایک صحت مند لسانی تنوع کی تشکیل ہے، نہ کہ قومی زبان کی مخالفت یا اس کی حیثیت کو چیلنج کرنا۔ دنیا کی تمام ترقی یافتہ اقوام اسی وقت ترقی کی راہوں پر گامزن ہوئیں جب انہوں نے اپنی مادری و مقامی زبانوں کو تعلیمی، تحقیقی اور انتظامی سطح پر وقعت دی۔ زبان کسی قوم کی فکری خودمختاری، علمی استعداد اور تہذیبی شناخت کا بنیادی حوالہ ہوتی ہے۔ اگر مقامی زبانوں کو صرف اس خدشے کے تحت نظر انداز کیا جائے کہ وہ قومی زبان کی حریف بن سکتی ہیں، تو یہ رویہ نہ صرف لسانی ناانصافی کو جنم دیتا ہے بلکہ ایک پوری قوم کو اس کی علمی اور تہذیبی جڑوں سے کاٹنے کے مترادف ہے۔ قومی یکجہتی اس وقت مضبوط ہوتی ہے جب تمام زبانوں کو برابری کا حق دیا جائے اور انہیں اپنی پوری علمی و ثقافتی توانائی کے ساتھ ترقی کرنے کا موقع فراہم کیا جائے۔

حوالہ جات

1. Leitner, W.G. History of Indigenous Education in the Punjab, 1882.
2. Committee on oriental studies in London. Appendix XIII, Part xx 1909, p 116
3. Punjab Government Proceedings, 1862.
4. جمیل جالبی، تاریخ ادب اردو، جلد اول، لاہور: مجلس ترقی ادب، 1987، ص 235۔
5. جمیل جالبی، تاریخ ادب اردو، جلد اول، لاہور: مجلس ترقی ادب، 1987، ص 122۔
6. Pennycook, Alastair. English and the Discourses of Colonialism, Routledge, 1998.
7. Ngũgĩ wa Thiong'o. Decolonising the Mind: The Politics of Language in African Literature, 1986.
8. UNESCO. Education in a Multilingual World, UNESCO Report, 2003.

References

1. Leitner, W.G. History of Indigenous Education in the Punjab, 1882.
2. Committee on oriental studies in London. Appendix XIII, Part xx 1909, p 116
3. Punjab Government Proceedings, 1862.
4. Jalibi, J. (1987). Tareekh-e-Adab-e-Urdu (Vol. 1). Lahore: Majlis Taraqqi Adab. p. 235.
5. Jalibi, J. (1987). Tareekh-e-Adab-e-Urdu (Vol. 1). Lahore: Majlis Taraqqi Adab. p. 122.

6. Pennycook, Alastair. English and the Discourses of Colonialism, Routledge, 1998.
7. Ngũgĩ wa Thiong'o. Decolonizingaz the Mind: The Politics of Language in African Literature, 1986.
8. UNESCO. Education in a Multilingual World, UNESCO Report, 2003.